مولانا محمد اقبال مانچسٹر

شیطانک ورسز

برطانوی قانون اور ردِ عمل

برطانیہ میں آزادی تقریر و تحریر کا نرالا فلسفہ

رشدی اخلاقی مذہبی اور قانونی اعتبار سے واجب القتل ہے

گذشتہ دنوں میں شیطانک ورسز اور اس کے بدبخت مصنف سلمان رشدی کے خلاف ہم نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے۔ اس کی وجہ عالم اسلام کا اشتعال اور رشدی کو واجب القتل قرار دینا ہے۔ برطانوی حکومت کے ساتھ یورپی ممالک نے مسلمانوں کے اس اعلان کی شدید مذمت کی۔

مسلمانوں کے اس اشتعال اور اعلان پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان سخت کشیدگی پائی جا رہی ہے برطانوی ذرائع ابلاغ اور اخبارات نے دل کھول کر اس موضوع کو سرفہرست رکھا اور تبصرہ شروع کر دیا۔ حکومت کے ساتھ ساتھ اخبارات نے بھی مسلمانوں کے اس اعلان کو اپنے ملک میں مداخلت قرار دے کر برطانوی عوام میں ایک خاص قسم کا ذہن پیدا کر دیا۔ بعض اخبارات نے اس موضوع کو اچھال کر اہل اسلام کے خلاف مضامین اور تبصرے شائع کئے۔ تبصرہ نگاروں میں ان نام نہاد مسلمانوں کو سرفہرست رکھا گیا جن کی فکریں آزاد اور جن کے خیالات مغربی تہذیب سے درآمد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا انداز بیان وہی بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ جو کسی غیر مسلم مبصر کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان نام نہاد مفکروں نے اس گستاخانہ ناول کو تحریری آرٹ دے کر پُرزور حمایت کی اور اظہار رائے کی آزادی کے حق میں ووٹ دے کر کھلے لفظوں میں اس ناول کی اشاعت کو اس کا جائز حق بتایا۔ بعض لوگوں نے ریڈیو انٹرویو کے درمیان اس بات کی وضاحت کی کہ اس اعلان کا تعلق صرف شیعیت کے ساتھ ہے اور پوری دنیا میں شیعہ مذہب صرف ۱۲ فیصدی ہے۔ سنّی مسلمانوں کا اس اعلان سے کوئی تعلق نہیں۔ کچھ دانشوروں نے اسے مذہبی تشدد پسندی قرار دے کر عالم اسلام کے متفقہ موقف کی مخالفت کے ساتھ علماء کرام اور مسلمانانِ برطانیہ کے مطالبہ پر کڑی نکتہ چینی کی۔ علاوہ ازیں فرانس میں کچھ روشن خیال عرب

الحق

اور فرانسیسی ادیبوں نے سلمان رشدی اور اس کی گستاخانہ کتاب کے حق میں باقاعدہ مظاہرے بھی کئے ٹی وی اور اخباروں کے مبصروں نے مختلف لوگوں سے انٹرویو لئے اور اس کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں میں اس موضوع پر اتحاد نہیں بلکہ تضاد بیانیاں ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعیت میں رخنہ پڑ گیا اور معاملہ آگے نہ بڑھ سکا۔ غرضیکہ جس طرف نظر اٹھائیے یہی باتیں نظر آئیں گی۔

برطانیہ کے بعض اخبارات خصوصاً نیشنل فرنٹ گروہ کو یہ سنہری موقع مل گیا۔ اعلان نے اس موضوع کو اس قدر حاشیہ آرائی کے ساتھ عام کیا کہ مقامی باشندوں کو مسلمانوں کی مخالفت پر اکسا دیا جائے اور مسلمانوں کو متشدد، تخریب کار، دہشت گرد، جنونی قرار دے کر نسلی منافرت اور کشیدگی کی فضا پیدا کر دی جائے۔ اس گمراہ کن پروپیگنڈہ نے مقامی باشندوں کو حقیقت یہ ہے کہ بہت زیادہ متاثر کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے دفاتر اور مساجد اور دیگر تنظیموں کو فون اور خطوط کے ذریعے ڈرایا اور دھمکایا جا رہا ہے مانچسٹر کے ایک علاقے میں مسلمانوں کے گھروں میں گمنام خطوط ارسال کئے گئے جس میں رشدی کی مخالفت، ترک کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

بریڈفورڈ کے اسلامی دفاتر پر حملے کی خبریں اور پھر لندن کی سب سے بڑی ریجنٹ پارک مسجد پر پٹرول بم کے ذریعہ حملہ (۲۲ فروری) اور دیگر دھمکی آمیز فون اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ برطانوی مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے پوری تیاری کے ساتھ سازشوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔

برطانوی حکومت اور برطانوی عوام نے یہی تہیہ کر رکھا ہے کہ اہل اسلام کے مطالبہ کو مسترد کر دیا جائے۔ یورپی ممالک کے ارکان بھی اس کے حامی ہیں اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ برطانیہ ایک آزاد ملک ہے۔ یہاں آزادی تقریر و تحریر معاشرہ کا ایک حصہ اور قانون ہے اس پر کسی کی مداخلت یا پابندی قابل قبول نہیں۔ بس جسے دیکھئے آزادی تحریر کے گیت گا رہا ہے لیکن کسی نے آج تک ٹھنڈے دل سے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ آخر اس کتاب میں وہ کونسی توہین اور گستاخی ہے جس نے اہل اسلام کو مساجد اور گھروں سے سڑکوں پر لا کھڑا کر دیا اور برطانیہ کے در و دیوار ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے اعلان سے گونج اٹھے ہیں۔ آخر کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے یہ اضطراب اور بے چینی پائی جا رہی ہے۔ افسوس کہ اس جانب کسی نے توجہ نہ کی۔

۱۔ ہم نے مانا کہ یہ ملک آزاد ہے۔ یہاں آزادی تقریر و تحریر کی فضا ہے لیکن اس آزادی کا یہ مطلب تو نہیں کہ کسی کی ماں بہن پر کھلے عام تبرا کیا جائے۔ کسی کو گالی دے۔ کسی کا گریبان پکڑا جائے۔ کسی کے مذہب پر گندگی اچھالی جائے۔ کسی کے خلاف بدگوئی و بدزبانی اور سب و شتم کا مظاہرہ کیا جائے۔ اگر اس کا نام آزادی

ہے تو یہ لفظ آزادی کی سخت توہین ہے اس کا نام آزادی نہیں بے شرمی اور گندہ ذہنی ہے جسے کوئی شریف انسان برداشت نہیں کرتا۔

۲۔ آزادی تقریر و تحریر کا قانون اپنی جگہ مسلم۔ لیکن کسی کی توہین و گستاخی اور ہتک عزت جرم ہے یا نہیں۔ کیا اس کا کوئی قانون نہیں؟ کیا برطانیہ کی عدالتوں میں توہین عزت کے مقدمات نہیں آتے؟ کیا ہتک عزت کے خلاف جرمانہ عائد نہیں کیا جاتا؟ خود غور فرمایئے برطانیہ میں ایک نہیں ہزاروں مقدمات طے پا چکے ہیں جن میں عدالتوں نے ہتک عزت پر باقاعدہ سمن جاری کئے جس کی توہین و گستاخی کی گئی اسے ہزاروں کی رقم دینے کا فیصلہ سنایا گیا۔ اور آزادی تقریر و تحریر کے سہارے اس قسم کے مجرم کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔ آج کی تازہ رپورٹ ملاحظہ فرمایئے۔

فلم پروڈیوسر اور ڈائرکٹر مسٹر مچل ونر نے اخبارات کے خلاف ہرجانہ اور مقدمہ کا خرچہ لندن میں جیت لیا ہے مسٹر مچل کے خلاف ایک سال قبل نیوز آف دی ورلڈ نے ایک گندہ مضمون شائع کیا تھا۔ مسٹر مچل نے ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر کے عدالت سے اس مقدمہ کو جیت لیا کیونکہ اخبارات نے ان کے خلاف غلط بیانی کی تھی۔

(مانچسٹر ایوننگ نیوز ۲۳ فروری ۸۹ء)

اسی طرح کرس کینٹن نے اخبار سن اور نیوز آف دی ورلڈ کے خلاف ہتک عزت کا دعوی کر دیا۔ جو بآسانی جیت لیا گیا۔ کیونکہ کرس کے خلاف الزامات سارے غلط تھے۔ اخبارات کی کونسل نے معافی مانگنے کے ساتھ مقدمہ کا خرچہ اور ہرجانہ بھی ادا کیا (دیکھئے سن ۲۱ فروری)

ملاحظہ فرمایئے۔ اگر اس اخبار نویس کو آزادی تحریر کی اجازت تھی تو پھر اس پر کیوں مقدمہ دائر کیا گیا۔ عدالت نے کیوں جرمانہ دینے کا فیصلہ سنایا۔ وجہ یہ ہے کہ آزادی تحریر کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی پگڑی اچھالی جائے۔ اور خواہ مخواہ کسی کی اہانت و تذلیل کی جائے۔ بلکہ بلاوجہ کسی کی توہین قابل مواخذہ جرم ہے۔ اس فیصلہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں جہاں آزادی تقریر و تحریر کی اجازت ہے تو اس قید کے ساتھ کہ دوسرے کی توہین و تذلیل قانوناً جرم اور قابل مواخذہ ہے۔

اب گستاخانہ ناول کے صرف ایک ہی رخ پر اصرار کرتے رہنا کہ یہ ناول آزادی تقریر و تحریر کے ضمن میں ہے اور دوسرے رخ سے یکسر صرف نظر کر دینا انصاف کے نام پر بے انصافی، آزادی کے نام پر انارکی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا اس کتاب میں توہین و گستاخی پر مشتمل کوئی عبارت نہیں؟ کیا سب و شتم کا برملا اظہار نہیں؟ پھر گستاخی بھی ایرے غیرے کی نہیں۔ ایک ایسی مقدس و محترم ہستی کی جس کی شرافت پر آسمانوں

کے معصوم فرشتوں کو بھی ناز ہے جس کی عفت وعصمت کا اعتراف اہلِ اسلام ہی نہیں اعدائے اسلام بھی کر چکے ہیں جن کی پاکیزہ زندگی پر غیر مسلموں کی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ جن کے ماننے والے اور جنہیں اپنے اہل وعیال، عزیز واقارب بلکہ کل کائنات کو ان پر قربان کر دینے والے ایک دو نہیں اربہا ارب کی تعداد میں پورے عالم میں پھیلے ہوتے ہیں۔ اگر اہلِ اسلام نے اس انتہائی گستاخی وتوہین کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے برطانوی عدالتوں اور حکومت سے انصاف کا مطالبہ کیا تو آخر کونسا جرم کیا؟ کیا گستاخی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا جرم ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اہلِ اسلام کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنا حکومت برطانیہ کی قانونی ذمہ داری بھی ہے اور اخلاقی ذمہ داری بھی۔

۳۔ اگر حکومت برطانیہ "آزادی تقریر وتحریر" پر ہی اصرار کرتی رہے تو انہیں اس کا جواب دینا ہوگا کہ جب متحدہ ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے خلاف علماء کرام اور عوام نے تقریریں کیں۔ کتابیں لکھیں۔ آزادی کے لئے اپنی رائے کا اظہار کیا تو آخر انہیں درختوں پر کیوں لٹکایا گیا؟ کیوں قید وبند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا؟ آزادی تحریر وتقریر کے ان متوالوں کو آخر کس جرم میں سزا کے شکنجے میں کسا؟ اس وقت بھی یہی قانون تھا۔ تو پھر اس قانون کا گلا کس لئے گھونٹا گیا؟ اگر اس وقت اس آزادی تقریر وتحریر کا گلا اس لئے گھونٹا گیا تھا کہ اس سے برطانوی اقتدار کی توہین وگستاخی ہو رہی ہے تو پھر خدا را انصاف فرمائیے کہ اس توہین اور انتہائی گستاخی کو کس لئے آزادی تقریر وتحریر کا عنوان دیا جا رہا ہے۔

کیا اسی کا نام انصاف ہے؟

عجیب بات ہے کہ جب مسئلہ اپنی ذات کا آجائے تو یہی آزادی تقریر وتحریر جرم ہو جاتی ہے اور جب مسئلہ دوسرے فریق کا بن جائے تو یہی عنوان انصاف قرار پاتا ہے فیا للعجب

۴۔ بعض دانشوروں نے اس کتاب میں انتہائی گستاخانہ جملوں کا اعتراف تو ضرور کیا لیکن آزادی تقریر وتحریر کا سہارا لے کر اسی لکیر کے فقیر بنے رہے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب میں جتنے گستاخانہ جملے ہیں۔ اگر وہاں سے ان ناموں کو ہٹا کر اس کی جگہ ملکہ برطانیہ ان کے شوہر، ان کی صاحبزادی ان کی بہو ان کے عزیز واقارب کے نام لکھ دیے جائیں سٹی آف جاہلیہ لندن اور نیویارک کو قرار دیا جانے حرامی کا لفظ سر جیفری ہاؤ کے لئے لکھا جائے (وغیر ذالک) تو انصاف سے فرمائیے اس وقت آپ کا رد عمل ہوگا؟ کیا آپ اس کو برداشت کریں گے؟ کیا اس وقت آپ کی غیرت اس بات کو گوارا کرے گی کہ اس کتاب کی عام اشاعت کی جائے۔ اس وقت اگر آپ پابندی لگانا چاہیں اور دوسرے لوگ اسے آزادی تقریر وتحریر کا عنوان دے کر آپ کے خلاف محاذ بنا لیں تو کیا آپ گوارا کر لیں گے۔ چلئے ملکہ نہ سہی

وزیراعظم نہ سہی آپ کے والدین کے بارے میں ہی یہ رویہ اختیار کرلیا جائے تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آپ میں ذرہ بھر بھی غیرت وحمیت ہوگی تو آپ اس کتاب کے خلاف سخت سے سخت اقدام کرنے سے گریز نہ کریں گے۔ اس لکھنے والے کو یا تو دماغی مریض قرار دے کر پاگل خانے بھیجنے اور اس کا معائنہ کرنے کی ہدایت کریں گے۔ یا پھر اس گستاخ کو قانون کے شکنجے میں کس دیں گے۔ کہ اس بے ادب اور گستاخ نے اس دریدہ دہنی وگستاخی کا مظاہرہ کرکے ملکہ یا وزیر۔ یا میرے والدین کو بلاوجہ استخفاف واہانت کا ہدف بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت آپ کا قانون یہ نہیں کہے گا کہ آزادی تقریر و تحریر کا مطالب ملکہ برطانیہ کو حرامی کہنا ہے۔ کسی محترم کو شیطان کے نام سے پکارنا ہے۔ بس اتنی بات کو ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ آزادی تقریر وتحریر کا قانون اپنی جگہ مسلّم۔ لیکن جب کسی محترم ومعظم شخصیت پر اس بے شرمی سے گندگی اچھالی جائے تو اس کا نام سراسر زیادتی وظلم ہوگا۔ اور قانون وانصاف کی رو سے اسے قابل مواخذہ جرم سمجھا جائے گا۔

۵۔ آزادیٔ تحریر وتقریر کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بھی تو ضروری ہے کہ جارح کون ہے؟ کس نے دوسرے پر حملہ کیا؟ کس نے کس کی عزت پر حملہ کیا؟ برطانوی قانون میں یہ شق بھی تو موجود ہے کہ جارح مجرم ہے اور اس کے خلاف ہر ممکن ذرائع ووسائل اختیار کرنا انسانی فریضہ ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ چند سالوں میں روس جیسی سپر طاقت نے افغانستان کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ تو مغربی ممالک خصوصاً برطانیہ نے اس جارحیت کے خلاف سخت قدم اٹھایا۔ جارح کو برا بھلا کہا۔ بلکہ جارح کے خلاف قراردادیں پاس کرنے میں پیش پیش رہا۔ یہی نہیں بلکہ برطانیہ نے ہزاروں پونڈ سے افغان مجاہدوں کی حمایت کی۔ انہیں ہتھیاروں سے لیس کیا۔ انہیں تمام ذرائع ووسائل مہیا کئے۔ ان کی بھرپور حمایت کی۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ روس جارح تھا۔ اس نے کسی کا دل دکھایا تھا تو حکومت برطانیہ سے برداشت نہ ہوسکا۔ لیکن جب یہی مسئلہ خود ان کے ملک میں پیش آتا ہے تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ کہ جارح (رشدی) کو نہ صرف حمایت کا یقین دلایا جاتا ہے بلکہ اس کے بچاؤ کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ روزانہ ہزاروں کا خرچ برداشت کرنا اپنا فرض سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یورپی ممالک کے ارکان کو جارح کی حمایت کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ روس تو جارح ٹھہرا کیونکہ ان کے مفادات پر ضرب پڑتی اور رشدی جارح نہیں اس لئے کہ ان کے مفادات اس سے وابستہ تھے۔ خیال فرمائیے جارح کے موضوع پر ذہنیت میں کتنا فرق واقع ہو رہا ہے۔

ہم یہی بتانا چاہتے ہیں کہ جارح کے خلاف آپ کا جو قانون ہے۔ وہی قانون رشدی پر لاگو ہونا چاہئے

کیوں کہ وہ جارح ہے اس نے جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے اور ہزاروں نہیں کروڑوں مسلمانوں کے قلوب زخمی کئے ہیں۔

ہماری ان ساری گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ شیطانک ورسز اور اس کا بدبخت مصنف برطانوی قانون کے اعتبار سے بھی مجرم ہے اور ہم قانون کی روشنی میں ہی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس مجرم کو سزا دی جائے اور قانون کو حرکت میں لایا جائے۔ یہی مطالبہ مسلمانان برطانیہ بار بار کر رہے ہیں جسے پورا کرنا برطانوی حکومت کا قانونی فریضہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک دعوی ہے کہ برطانیہ ملحد اور کمیونسٹ ملک نہیں۔ انہیں اعتراف ہے کہ یہ ملک ایک مذہبی (عیسائی) ملک ہے یہاں کی ملکہ عیسائی فرقے کی ایک مذہبی راہ نما بھی ہیں اگر واقعتہً یہ دعوی حقیقت پر مبنی ہے تو پھر مذہبی اعتبار سے اس موضوع کا حل آسان ہے اس کتاب میں اہل اسلام خصوصاً پیغمبر اسلام کی سخت توہین وگستاخی کی گئی ہے۔ انتہائی گندے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اگر مذہبی نقطہ نظر سے اس موضوع کو دیکھا جائے تو بھی بدبخت رشدی مجرم کی حیثیت سے سامنے آتا ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس موضوع نے برطانوی دعوی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ یہاں یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ اس ملک میں مذہب نام کی کوئی چیز نہیں۔ مذہب کی قدر و قیمت نہیں۔ ان میں الحاد اور بد مذہبی سرایت کر چکی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس گستاخانہ ناول کو مذہب کے بجائے سیاست کی نذر کر دیا گیا۔ حالاں کہ یہ موضوع سیاسی نہ تھا ایک خالص دینی و مذہبی تھا۔ اگر مذہبی اعتبار سے موجودہ حکومت بغور جائزہ لے تو انہیں یقیناً اہل اسلام کا مطالبہ معقول نظر آئے گا۔ کسی قسم کی کوئی الجھن باقی نہ رہے گی۔ لیکن حیف در حیف کہ اس خالص دینی موضوع کو سیاسی بنا کر اہل اسلام کو مجرم قرار دیا گیا۔ اور مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی۔

جہاں تک نفس مسئلہ قتل کا تعلق ہے شریعت اسلامیہ نے اصول بیان کرتے ہوئے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ قرآن کریم میں۔ احادیث پاک میں یہ مضامین صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی پیغمبر کی توہین اور سب وشتم کا ارتکاب کرے اس کی سزا قتل ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں مرتد پر اسلامی سزا نافذ کی گئی۔ اور شاتمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حکم سنایا گیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

علامہ قاضی عیاض نے "الشفاء" اور علامہ ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول" میں پوری تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر کلام فرمایا ہے جس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ارتداد اور

گستاخ رسول کے لئے ایک قانون بنایا ہے اور یہ قانون رہتی دنیا تک رہے گا اس میں ترمیم یا تنسیخ کا دعوٰی کرنا اسلام سے ہاتھ دھونا ہے۔ رشدی چونکہ مسلمان ہونے کا مدعی ہے اور اس دعوٰی کے ساتھ گستاخیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین ارتکاب کیا ہے اس لئے وہ اسلامی نقطۂ نظر سے مرتد اور سزائے قتل کا مستحق ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حکم اور قانون صرف شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم ہی کا نہیں بلکہ بائبل نے بھی یہی سزا تجویز کر رکھی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قاضی اور کاہن کی گستاخی پر بھی بائبل نے قتل کا فتوٰی صادر کیا ہے غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

> شریعت کی جو بات وہ تجھ کو سکھائیں اور جیسا فیصلہ تجھ کو بتائیں اس کے مطابق کرنا اور جو کچھ فتوٰی وہ دیں اس سے دائیں یا بائیں نہ مڑنا اور اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے کہ اس کاہن کی بات جو خداوند تیرے خدا کے حضور خدمت کے لئے کھڑا رہتا ہے یا اس قاضی کا کہنا سنے تو وہ شخص مار ڈالا جائے اور تو اسرائیل سے ایسی برائی کو دور کر دینا اور سب لوگ ڈر جائیں گے اور پھر گستاخی سے پیش نہیں آئیں گے۔
>
> (استثناء باب ۱۷ء ۱۱تا ۱۳ ص ۱۸۳)

مطلب یہ ہے کہ تورات کے معلم کی بات کا انکار اور ان کے فتوے سے انحراف کرنے والا گستاخ اور واجب القتل ہے اور یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا دور کرنا از حد ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو خون خوار اور ظالم قرار دینے والے ذرا اپنی کتاب مقدس کی طرف نظر کریں اور مذہبی حیثیت سے اس موضوع کو دیکھیں تو انہیں شریعت اسلام پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کا انکار کر دیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ ان کے نزدیک مذہب کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں ہے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ کتاب استثناء کے بارے میں یہودی اور عیسائی دونوں فریق کے علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ کتاب سیدنا حضرت موسٰی علیہ السلام کی تصنیف اور آپ کا بیان کردہ قانون ہے جس طرح یہودیوں کو ان احکامات پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح عیسائی قوموں کو بھی ان احکامات پر عمل کرنا واجب ہے اب دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

۳۔ اگر آج کی یہ مغربی اور آزاد خیال قومیں یہی اعتراض کرتی پھرتی ہیں کہ اسلام کے قوانین بڑے سخت اور تشدد پر مبنی ہیں۔ خون خرابے کے احکام ان میں موجود ہیں۔ آزادی کے دشمن ہیں۔ تو ہم بصد ادب یہ

الحق

گذارش کرتے ہیں کہ دوسروں کی آنکھوں میں تنکا دکھانے والے اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نہیں دیکھتے۔ ہم یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بائبل نے جو سزائیں تجویز کیں ہیں ان کے پیش نظر اسلامی قانون پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ ہم تفصیل میں جائے بغیر چند سزائیں درج ذیل کرتے ہیں۔

۱۔ غیر اللہ کی عبادت پر سزائے قتل (دیکھئے خروج باب ۲۲ ع۲۰، استثناء باب ۱۳ ع۶ تا ۱۰)

۲۔ ماں باپ پر لعنت کرنے والے کو سزائے قتل (دیکھئے خروج باب ۲۱ ع۱۵)

۳۔ نافرمان بیٹا قتل کا مستوجب (دیکھئے استثناء باب ۲۱ ع۱۸)

۴۔ اغوا کرنے والے کو قتل کردو (دیکھئے خروج باب ۲۱ ع۱۵، استثناء باب ۲۴ ع۷)

۵۔ سوتیلی ماں بہو سے زنا کرنے والے قابل گردن زدنی (دیکھئے احبار باب ۲۰ ع۱۱)

۶۔ لوطی کی سزا قتل (دیکھئے احبار باب ۲۰ ع۱۳)

۷۔ بیوی اور ساس کو اکٹھا رکھنے والا مستحق قتل (دیکھئے احبار باب ۲۰ ع۱۴)

۸۔ بہن کو بے شرم کرنے والا قابل گردن زدنی (دیکھئے احبار باب ۲۰ ع۱۷)

۹۔ زانی اور زانیہ دونوں کو قتل (دیکھئے احبار باب ۲۰ ع۱۰۔ استثناء باب ۲۲ ع۲۲)

۱۰۔ جھوٹا نبی قتل کیا جائے (دیکھئے استثناء باب ۱۳ ع۵ باب ۱۸ ع۲۰)

۱۱۔ ایک موقع پر پہاڑ چھونے والا قتل کیا جائے (دیکھئے خروج باب ۱۹ ع۱۲)

غور فرمائیے بائبل کی سزائیں کس القاب کی مستحق ہیں۔ اسلامی قوانین کو وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دینے والے بائبل کی تجویز کردہ سزاؤں کو کس کھاتے میں ڈالیں گے۔

الغرض گذشتہ سطور سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ شیطانک ورسز اور اس کا بدبخت مصنف رشدی مذہب اور قانون دونوں کی روشنی میں مجرم ہے۔ اور مجرم کے ساتھ اس انداز میں پیش آنا (جیسا کہ ہو رہا ہے) مجرم اور جرم دونوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے جس کا انجام بالآخر افسوسناک ہی ہو گا۔

حکومت برطانیہ سے گذارش ہے کہ اہل اسلام نے جس بات کا مطالبہ کیا ہے وہ عقلاً و نقلاً صحیح ہے۔ ہم نے پہلے پیار و محبت کے ساتھ اس موضوع کا حل مانگا۔ مگر مسترد کر دیا گیا۔ احتجاجی جلسوں اور مظاہرے سے حکومت برطانیہ کو اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اہل اسلام نے انفرادی و اجتماعی طور پر خطوط بھیجے لیکن ہر مرتبہ انکار کا جواب ملتا رہا۔ اور یوں اہل اسلام کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی۔ ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ موضوع کوئی نیا نہیں ماضی میں بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ اہل اسلام ہر بار کامیاب ہوئے ہیں ان شاء اللہ اس مرتبہ بھی خدائی قوت و نصرت ہمارے شامل حال ہو گی۔ حق کا جھنڈا بالآخر اونچا ہو گا +